

تمام گنابگار ہیں

نمبر 3457

ایک خطبہ

اشاعت: جمعرات، 6 مئی 1915

بیان کردہ: سی۔ ایچ۔ سپرجن

جائے خطبہ: میٹروپولیٹن عبادت خانہ، نیوئنگٹن

"پپلاطس نے اُن سے کہا۔۔۔ اُسے مصلوب کیا جائے۔"

متی 23:22:27

آج کی صبح [دیکھو خطبہ نمبر 678، جلد 12—] اے صیّون، اپنے خُدا کی ستائش کر [ہم نے "ہوشعنا" کی صدا سنی۔ یہ منظر ہمارے دل کو بڑی فرحت بخشتا تھا کہ جب ہم نے خلائق کو بادشاہ صیّون کے ہمراہ یروشلم کی گلیوں میں خوشی سے نعرے لگاتے اور اُس کا استقبال کرتے دیکھا۔ مگر "ہوشعنا" کی صدائیں ابھی ماند نہ ہوئی تھیں کہ اُن کی جگہ سفاک فریاد نے لے لی، "اُسے صلیب دو! اُسے صلیب دو" "ایا جیسا کہ متن میں فرمایا گیا،" اُسے مصلوب کیا جائے

یہ بات صاف ظاہر ہوتی ہے کہ اس موقع پر عوام کی آواز، خُدا کی آواز نہ تھی۔  
اول الذکر ناپائدار اور متغیر  
مگر مؤخر الذکر قائم اور غیر متزلزل ہے۔  
قوم کی آواز ہوا کی مانند بدلتی ہے  
لیکن خُداوند کا کلام چٹان کی مانند اٹل ہے  
اور ابد تک قائم رہتا ہے۔

خلقت ہمیشہ ہی چنچل اور بے وفا نکلے گی۔  
وہ آج ایک شخص کو تخت پر بٹھائیں گے  
اور کل اُسے شہر سے باہر دھکیل دیں گے۔

پس، انسانوں کی تحسین کو ہرگز بڑی چیز مت جانو۔  
شہرت کے نرسنگا کی آواز ایک زندگی کی محنت کا بہت ہی کمزور صلہ ہے۔  
!اے نیک دل، اس کی پروا مت کر  
نہ دنیا کی جھڑکیوں سے خائف ہو  
نہ اُس کی مسکراہٹوں کی آرزو رکھ

جب تجھے دنیا کے تمجیدی کلمات لیہائیں  
یا اُس کے ظلم و ستم سے بدنامی ہو  
تو یاد رکھ کہ انسانوں کے مزاج اور طبیعتیں  
موسم کی طرح بدلتی رہتی ہیں۔  
ہوشعنا کے نعرے  
صلیب دے دو کے دھاڑ میں بدل جاتے ہیں۔  
جو ایک گھڑی کا معشوق ہو  
وہ دوسری گھڑی کا مغضوب ٹھہرتا ہے۔

تاہم، جس نکتہ کی طرف آج شب تمہاری توجہ مبذول کروانا چاہتا ہوں  
(اور خُدا کا روح قدوس ہماری مدد فرمائے)  
وہ ان بے ہودہ ہجوم کی باتوں سے کہیں زیادہ اہم ہے۔

— اس اندوہناک اور سنگدل نعرے  
اُسے مصلوب کیا جائے! — میں  
میں دیکھتا ہوں:

انسان کی مبینہ عظمت کی ایک نہایت عجیب مثال :-

میں نے اتنی بار سنا کہ سن سن کر دل اُوب گیا  
میں نے اتنا پڑھا کہ اب آنکھیں تھک گئیں  
کہ انسان کی مدح سرائیوں کی ایک نہ ختم ہونے والی قطار ہے۔  
نہ جانے بعض افسردہ طبع علما کی نگاہ میں  
ایہ مخلوق بشر کیسی عالی شان اور جلیل القدر ہستی ہے  
یوں دکھائی دیتا ہے گویا اُن کی منادی کا کل مقصد  
اپنی ہی جنس انسانی کی بڑائی اور تمجید ہے۔

ان کی ساری تبلیغ کا رُخ اس جانب ہے  
کہ انسان کے کانوں کو فصاحت سے خوش کریں  
اور اُس کے فہم کو تعریفوں سے فریب دیں۔  
اور اُن کی منطق ایسی ہے  
جو انسان کے تخیلی رُوپ کو بلند کرتی ہے  
مگر حقیقی گناہگار کو یکسر نظر انداز کرتی ہے۔  
وہ ایک بُت تراشتے ہیں اور کہتے ہیں  
"ادیکھو، انسان کیسی زبردست فکری مخلوق ہے"  
مگر ہم ادھر ادھر نگاہ کرتے ہیں  
اور وہ صورت کہیں نظر نہیں آتی جس کا وہ نقشہ کھینچتے ہیں۔

مجھے تامل نہیں کہ یہ کہوں  
کہ جو انسان کی مدح سرائی کرتا ہے  
وہ خُدا کی تمجید کے برخلاف عمل کرتا ہے  
اور وہ سچائی کی گواہی سے مشرق و مغرب کی مانند دور ہے۔

کیونکہ سچائی، جیسی ہمیں خُدا کے کلام میں ملتی ہے  
انسان کے حق میں بالکل غیر مباحانہ ہے۔  
یہ اُسے خاک میں ملاتی ہے  
کپڑوں کے برابر گنتی ہے  
بلکہ یوں کہے کہ اُسے کچھ بھی نہیں  
بلکہ "کچھ سے بھی کمتر" ٹھہراتی ہے۔

انسان کی اخلاقی حالت اس قدر ناگفتہ بہ ہے  
کہ اُسے اُس کے اعمال کی سزا کے طور پر  
—جہنم کی گہرائی میں ٹھہرایا گیا ہے  
یہی اُس کا مناسب ٹھکانہ ہے۔

مگر چونکہ بعض لوگ انسانی فطرت کی مدح کرتے ہیں  
—تو میری تمنا ہے کہ وہ ذرا اس منظر کو غور سے دیکھیں  
جہاں انسانیت، نجات دہندہ خُداوند یسوع مسیح کے گرد جمع ہے  
اور نعرہ لگاتی ہے  
"صلیب دے دو! صلیب دے دو!"

اَوّل تو یہ بتاؤ  
تم انسان کی جس عزت و شرافت کے گیت گاتے ہو  
اُس کا کیا بنے جب وہ خُدا کو پہچان نہ سکا؟  
—یہ گناہ کی سب سے نرم تعبیر ہے

،کیونکہ اگر وہ اُسے پہچانتے  
تو وہ جلال کے خُداوند کو مصلوب نہ کرتے۔

—یہ سب جہالت کے سبب سے ہوا  
خواہ وہ عوام کی جہالت ہو یا اُن کے پیشواؤں کی۔  
،اور یہ اُن کے نعرے  
،اُن کے ظلم  
اور اُن کے گناہ کی سب سے نرم دلیل ہے  
جو دی جا سکتی ہے۔

!پر یہ کیسی معذرت ہے! کیسی شرمناک صفائی  
—یہ وہ لوگ تھے جو اپنے خالق کو نہ پہچان سکے  
!اُس خُدا کو نہ جانا جس نے اُنہیں بنایا تھا

پھر تم عقل و فہم پر فخر کرتے ہو؟  
،انسانی ذہن کی باریک بینی پر ناز کرتے ہو  
جبکہ یہ حال کہ وہ اُس کو نہ پہچان سکے  
جو اُنہیں ہر روز روزی بخشتا ہے؟  
،بیل اپنے مالک کو جانتا ہے  
،”اور گدھا اپنے مالک کی چرنی کو  
—پر اسرائیل نہ جان سکا  
نہ اپنے خُداوند کو، نہ اپنے بادشاہ کو، نہ اپنے خُدا کو۔

،وہ آیا  
،ہزارہا پیشین گوئیاں اُس کی آمد کا نفاذہ بجاتی تھیں  
اور اُس نے اُن سب کی تکمیل کی۔  
ادنیٰ ترین سنڈے اسکول کا بچہ بھی  
،اگر پرانے عہدنامہ کو پڑھے  
تو جان لیتا ہے  
کہ نیا عہدنامہ کا مسیح وہی ہے  
جس کی بابت نبیوں نے رُوح کی تحریک سے رویا دیکھی۔

،مگر یہاں انسان کی فطرت  
،کتاب ہاتھ میں لیے ہوئے  
،مگر بالکل اندھی  
،دلیلوں کو پہچاننے سے قاصر  
مسیحا کو جاننے سے عاجز۔

،وہ اپنے خاص لوگوں کے پاس آیا  
”اور اُس کے خاص لوگوں نے اُسے قبول نہ کیا۔

،تم اُسے ”روشن دیدہ انسانی فطرت“ کہتے ہو  
!اور وہ سورج کو بھی نہ دیکھ سکی  
،تم اس کی برتر عقل کا راگ الاپتے ہو  
،مگر وہ بات جو فرشتوں کے لیے واضح حقیقت تھی  
انسان اُسے نہ جان سکے۔  
—فرشتے اُسے پہچانتے تھے  
وہ کیوں نہ پہچانتے؟  
مگر انسانوں کی آنکھیں  
،تعصّب کی کیچڑ اور گناہ کی محبت سے اندھی ہو چکیں  
یہاں تک کہ خُدا کی الوہیت

مسیح کی انسانیت سے چمک رہی تھی  
مگر وہ نہ جان سکے نہ جاننا چاہا  
کہ یہی وہ مسیح ہے۔

اور انہوں نے خُدا کے بیٹے  
آسمان کے وارث  
کو ذلت کی موت دی۔

اب حکمت کی بات نہ کرو  
اپنے داناؤں پر فخر نہ کرو  
انہ اپنی فلسفہ دانی یا علم دقیقہ کی شیخی بگھارو  
ارے، چمگادڑ کی بینائی تم سے زیادہ ہے  
اور اندھوں کی مانند زمین میں رینگتے ہوئے  
وہ لوگ خُداوند کو نہ پہچان سکے  
جو مجسم ہو کر ان کے بیچ آیا۔

اور گناہ تو تب اور بھی زیادہ سیاہ ہو گیا  
جب انہوں نے کہا:  
"صلیب دے دو! صلیب دے دو"  
یقیناً انسانی فطرت نے  
نیکی کو اُس کی حسین ترین صورت میں بھی نفرت سے دیکھا۔

کسی مدّاح واعظ نے ایک بار بڑے جوش سے کہا:  
"اے نیکی! تُو کیسی حسین اور دلربا بستی ہے"  
اگر تُو کامل صورت میں انسانوں کے بیچ آ جائے  
تو سب لوگ تجھے معبود سمجھ کر سجدہ کریں  
"اور تُو سب کی محبوب ٹھہرے۔"

اکیا غضب کی بات ہے  
اکیا حقیقت سے سراسر انحراف  
نیکی زمین پر اُتری  
اور وہ نیکی مجسم ہوئی۔  
مگر اُسے "خُدا" کہنے کے بجائے  
ابلیس "کہا گیا۔"  
اُسے سجدہ کرنے کی بجائے  
لوگوں نے اُسے موت کے حوالے کیا  
اور صلیب پر جھونک دیا۔

ہمارے خُداوند یسوع مسیح میں  
کامل نیکی پائی جاتی تھی۔  
نہ اُس میں کوئی لغزش تھی  
نہ کمی، نہ زیادتی۔

اور نیکی صرف ضرر رسانی سے باز رہنے کا نام نہیں  
بلکہ ہر خوبی کے ساتھ بھلائی کرنے میں پوشیدہ ہے۔

اُس کا کردار بے مثال تھا  
اور اُس کی نیکی سب سے دلکش حالت میں نمایاں ہوئی۔  
یہ نیکی کسی حاکم کی طرح قانون نافذ کرنے والی نہ تھی  
نہ موسیٰ کی مانند جو پتھر کی لوحوں پر شریعت لکھے

،جس میں ابدی صداقتیں ہوں  
اور جن کے ساتھ انعام یا عذاب کی دھمکیاں ہوں۔

،بلکہ یہ نیکی خدمت کی حالت میں جلوہ گر ہوئی  
،شفقت اور ہمدردی کے جذبات سے معمور  
،ایسی نیکی جو رحم، صبر، اور محبت سے مرصع ہو  
اور ہر لمحہ دل سوزی سے بھرپور ہو۔

وہ انسانوں کو محض حکم دینے نہ آیا  
،”کہ“ یہ کرو اور وہ کرو  
بلکہ آیا تاکہ انہیں دکھائے اور سکھائے  
کہ خدا کی مرضی دل سے کیسے پوری کی جاتی ہے۔

یہ نیکی منفرد اور بے مثال تھی۔  
مسیح سے زیادہ محبت کبھی کسی میں نہ دیکھی گئی۔

بعض اوقات لوگ نیکی کو  
—اُس کی سختی کی وجہ سے ناپسند کرتے ہیں  
،اگر وہ دراکو کے قوانین کی طرح خون سے لکھی جائے  
تو برداشت نہیں کر پاتے۔

—مگر یہاں تو مسیح تھا  
،شیریں گفتار، خوش اخلاق  
،انسانوں میں ایک انسان  
،شادمانی میں اُن کے ساتھ  
ماتم میں اُن کے ساتھ  
،وہ اُن کے لیے بھائی بنا  
اور اُس نے خود کو سچ میں ویسا ثابت کیا۔

،پھر بھی  
،ایسی دلنشین، مزین، اور قریب تر نیکی  
،جو انسانوں کے بیچ رہی  
،ناپسند کی گئی  
،مردود ٹھہری  
اور موت کے گھاٹ اُتاری گئی۔

—بعض اوقات لوگ بلندی پر فائز نیکی سے حسد کرتے ہیں  
مرتبہ دیکھ کر نیکی کو بھول جاتے ہیں۔  
لیکن یہاں تو خدا کا مسیح  
—فروتنی کی حالت میں آیا تھا  
،کسانوں کا لباس پہنے  
،لوگوں کی روٹی کھاتا  
غریب، بلکہ اس قدر کہ  
نہ لومڑی کی مانند بل تھا  
،نہ پرندے کی مانند گھونسلا  
جہاں سر رکھ سکے۔

،یقیناً، وہ نیکی جو اس قدر فروتنی کے ساتھ نیچے اُتری  
!اُسے تو نوعِ انسانی کی تحسین حاصل ہونی چاہیے تھی

اور مسیح نے اپنی تمام شاہی قدرت کو ترک کر دیا۔  
وہ بادشاہ کی حیثیت سے نہ آیا  
نہ جبر و تسلط کے ساتھ حکم سنانے کو۔

کبھی انسان اُس چیز سے بغاوت کر بیٹھتے ہیں  
جو اُن پر زبردستی مسلط کی جائے۔  
کہتے ہیں: "ہمیں کھینچا جا سکتا ہے  
"مگر دھکیلا نہیں جا سکتا۔"

مگر مسیح کبھی جبر کرنے والا نہ تھا۔  
جیسے چرواہا اپنی بھیڑوں کے آگے آگے چلتا ہے  
ویسے ہی وہ نرمی سے راہ دکھاتا چلا۔

—پھر بھی، کامل اور بے داغ نیکی  
ایسی نیکی جو ہر دلکش خوبی سے آراستہ تھی  
—جس میں کوئی شے نہ تھی جو عداوت کو ابھارے  
وہ نیکی جو جسم میں ظاہر ہوئی۔

اُس نیکی کا انجام کیا ہوا؟  
سنو اے وہ لوگو  
!جو انسانی شرافت اور فطرت کی عظمت کا دعویٰ کرتے ہو

یہی قدوس  
شرارت اور کینہ پروری کے تیروں کا مرکزی نشانہ بنا۔  
وہ جس میں یہ تمام خوبیاں جلوہ گر تھیں  
اُس کا صلہ یہ ملا:  
"اُسے مصلوب کرو"

اے گری ہوئی انسانی فطرت  
تو اِس پر کیا کہے گی؟

میں دوبارہ انسانیت پر حماقتِ عظمیٰ کا الزام لگاتا ہوں  
،کیونکہ جب اُس نے مسیح کو مصلوب کیا  
تو اپنے سب سے بڑے دوست کو صلیب دی۔

،یسوع مسیح نہ صرف انسان کا دوست تھا  
،کہ اُس نے انسانی فطرت کو اپنے اوپر لے لیا  
،بلکہ گناہگاروں کا دوست بھی ٹھہرا  
کیونکہ وہ آیا  
کہ کھوئے ہوئے کو ڈھونڈے اور نجات دے۔

—مسیح کی ساری زندگی کا مشن بے غرضی پر مبنی تھا  
یہ سب دیکھ سکتے تھے۔

،نہ اُس نے دولت جمع کی  
،نہ حکومت میں بلند عہدہ پایا  
نہ لوگوں کی واہ واہ کا طالب ہوا۔  
اُس نے اوروں کو بچایا  
مگر اپنے لیے کچھ نہ رکھا۔  
اُس نے انسانوں کے لیے سب کچھ قربان کر دیا۔

پھر بھی جب لوگوں نے  
اُس بے مثال  
اور سب سے زیادہ ایثار کرنے والے ہمدرد کو اپنے سامنے پایا  
تو اُسے مجرم گردان کر  
صلیب پر چڑھا دیا۔

وہ کیسا دوست تھا  
اُن کے لیے بھی  
!جو اُس کے دشمن بن کر اُٹھے

وہ انہی لوگوں کی حمایت کرتا رہا  
جنہوں نے آخر کار کہا  
"صلیب دو، صلیب دو"

اُس نے اُن کے بیماروں کو شفا بخشی  
مُردوں کو زندہ کیا  
اندھوں کی آنکھیں کھولیں  
اور مفلوجوں کے ہاتھ پاؤں بحال کیے۔

کیا ان ہی میں سے کسی کام کے بدلے  
اُسے مصلوب کیا گیا؟

وہ ہمیشہ عوام کا ہمدرد رہا  
محکوموں کا مددگار۔

وہ آیا کہ ظلم کو توڑے  
،قیدی کو آزاد کرے  
اور جو بھی اُس کو سنتا  
وہ جان لیتا  
—کہ وہی آزادی کا نبی ہے  
،گرنے والوں کو اُٹھانے والا  
ہر ظلم، ناانصافی، اور سنگدلی کو مٹانے والا۔

پھر بھی  
،جبکہ کبھی کوئی انسان ایسا دوست نہ ہوا  
—یہ دنیا  
،یہ بے حس  
—اور خنزیر سے بدتر دنیا  
اُس سب سے بڑے دوست کو ہلاک کرنے پر تُل گئی۔

!اے انسانیت  
،اپنے لیے شرما  
ایسا نہ ہو کہ فرشتے  
،تیری بے حیائی پر شرما جائیں  
اور شیاطین بھی تیری دیوانگی پر ہنسیں۔

،اور دیکھو  
اسی انسانی فطرت نے  
اپنے سب سے عظیم اُستاد کو بھی فنا کر ڈالا۔

ہمارے خُداوند یسوع مسیح کی تعلیم  
ایسی تھی کہ  
اُس کے دشمن بھی اعتراف کرتے تھے  
کہ وہ ناقابلِ تردید  
اور ہر فتنہ و فریب سے محفوظ تھی۔

اُس نے کبھی ظلم کی تعلیم نہ دی۔  
دکھاؤ مجھے کوئی ایک فقرہ  
جو کسی جابر بادشاہ کو  
اُس کے تخت پر مزید مضبوطی دے۔

اُس نے کبھی فتنہ و فساد نہ سکھایا۔  
ڈھونڈو اگر تم کر سکو  
کوئی ایک لفظ جو وفاداری کے بندھن توڑ ڈالے  
اور بے قانونی کو بوا دے۔

نہ اُس نے زُہد کی وہ تعلیم دی  
جو زندگی سے ہر خوشی اور راحت چھین لے۔  
نہ وہ لذت پرستی سکھاتا تھا  
جو ناپاکی، بے حیائی، اور فحاشی کو برداشت کرے۔

اُس کی تعلیم انسان کے لیے تھی  
اُسے یہ سکھانے کو  
کہ کیا بہتر ہے  
کیسے کرنا ہے  
اور کیا ہے جس سے اُسے اجتناب کرنا ہے  
اپنی بھلائی کے لیے۔

کبھی کسی انسان نے ایسا کلام نہ کیا  
”اجیسا اِس نے کیا“

میں حال ہی میں  
—فلاسفہ کے ہال میں تھا  
جہاں سقراط، افلاطون، سُولن  
اور ماضی کے عظیم لوگوں کے بُت رکھے تھے۔

مگر اگر اُن سب کو جمع بھی کر لیا جائے  
تو اُن کے اقوال کی قدر و قیمت کیا ہے؟  
سچی خوشی اور پاکیزہ نیکی کے لیے  
اُن کی تعلیم کا مجموعہ بھی  
مسیحِ ناصری کے کوہ پر سنائے گئے  
ایک ہی وعظ کے برابر نہیں۔

وہ ایک وعظ  
یونان و روم کی تمام حکمت پر بھاری ہے۔

اور پھر  
جب وہ شخص آیا  
جو بے غرضی، محبت  
شفقت اور حکمت سے  
ہماری گری ہوئی نسل کو



پاکیزگی کی راہ پر چلنا چاہتا تھا،  
کامل مسرت کی منزل تک پہنچانے کو

تو انسانیت نے کیا کیا؟

اُس پر دانت پیسے  
ہتھیار اُٹھائے  
اور کہا:  
—ایسا شخص زمین پر نہ رہے"  
"یہ جینے کے لائق نہیں

افسوس!  
اے انسانی فطرت  
!تو کیسی دیوانی اور بے عقل ہے  
درندے تجھ سے زیادہ فہم رکھتے ہیں  
اور جانور تجھ سے زیادہ دانائی رکھتے ہیں۔

پھر، جو لوگ انسانی فطرت پر فخر کرتے ہیں  
شاید یہ کہیں کہ اُس موقع پر عام لوگ اتنے گناہگار نہ تھے  
جتنا کہ سردار کابن، کیونکہ کابنوں نے ہی لوگوں کو بہکایا۔  
ہاں صاحبو، میں تم سے اس کا کچھ حد تک اقرار کرتا ہوں۔

—مگر میرا گمان یہ ہے  
—اگرچہ بعض اوقات شک میں پڑ جاتا ہوں  
کہ کابن بھی آخر انسان ہی ہوتے ہیں۔

لیکن سنو! اگر کوئی انسان  
،کبھی شیطان سے قریب تر ہو جائے  
تو وہ تب ہوتا ہے  
،جب وہ اپنے تئیں کابن بن بیٹھتا ہے  
اور آسمان اور جہنم کے دروازے کھولنے  
اور بند کرنے کی قدرت اپنے ہاتھ میں لیتا ہے۔

مجھے تو اگر کوئی مجھے "ابلیس" کہے  
یہ کہیں بہتر ہے  
بنسبت اس کے کہ وہ مجھے "کابن" کہے۔

کابنی کا پیشہ  
،ایسا پست  
،ایسا مکروہ ہے  
کہ میری جان اُس سے گھن کھاتی ہے۔

،میں تو اُس کہنہ خرقہ کو  
،جو کبھی میرے وجود سے چمٹا ہو  
،پھاڑ ڈالنا چاہوں گا  
،کہ جیسے قدیم پہلوانوں کا وہ انگاروں بھرا جبہ  
جو گوشت میں جھلس جاتا تھا۔

!دور ہو، کابنی کی ہر روایت

مگر انسان کیسے ہیں؟  
انسانی فطرت کیسی ہے  
کہ وہ کابنوں کے آگے سرتسلیم خم کرتی ہے؟

،میں کہتا ہوں  
جب تم کہتے ہو  
کہ کابنوں کے بہکاوے میں آ کر  
،انہوں نے مسیح کو قتل کیا  
تو تم انسانی فطرت کو مزید ذلیل کرتے ہو۔

،یہ سچ ہے  
،لیکن کہاں گئی وہ مردانگی  
کہ ایک انسان دوسرے انسان کے ہاتھوں  
،ناک میں نکیل ڈلوا کر چل نکلے  
صرف اس لیے  
،کہ اُس نے کوئی انوکھی پوشاک پہن رکھی ہے  
،اور اپنے تتیں خُدا کا پیغام رساں ظاہر کرتا ہے  
،حالانکہ وہ خُدا کے اقوال کو بگاڑتا  
اور جھوٹ سکھاتا ہے؟

کب وہ دن آئے گا  
جب انسانی فطرت  
اپنے اندر وہ خالص جوہر  
،اور مردانہ غیرت دکھائے گی  
کہ کابنی کے اُن سب گھناؤنے گناہوں کو جھٹک دے؟  
،اس جرم کو اگر تم کابنی کے کہاتے میں ڈالنا چاہتے ہو  
تو ڈال دو۔  
،سچ ہے، کابنوں نے ہمیشہ سازش کی  
،اور ہمیشہ کریں گے  
کہ لوگوں کو خُدا اور اُس کے مسیح کے خلاف کریں۔

مگر مردانگی کہاں گئی؟  
—کہ وہ اس چیز  
یعنی اُس شے کے قدموں تلے کچلی جائے  
جسے "کابن" کہا جاتا ہے؟

!افسوس اے انسانی فطرت  
تو اتنی پست ہو گئی  
،کہ ایک کابن کا فُتبال بن گئی  
اور اُس نظام کے آگے جھک گئی  
،جو بے دینی سے خُدائی اختیار کو چھینتا ہے  
اور ڈھٹائی سے  
انسانی ضمیر پر ظلم کرتا ہے۔

—میں اب اس فردِ جرم کو  
—جو انسانی فطرت کے گھمنڈی شرف پر عائد کیا  
:ایک اور الزام کے ساتھ ختم کرتا ہوں

ایک نہتے مرد کو  
قتل کرنے کی سفاکانہ بے رحمی۔

کیا کبھی کسی نے یہ بہادری سمجھی  
کہ ایسے انسان کو مارا جائے  
جو اپنا دفاع نہیں کرتا؟  
یا اُس کو طمانچے مارے جائیں  
جو دوسرا گال پیش کر دیتا ہے؟

بزدلی! بزدلی!  
اے بزدلی، تو تیرے دروازے پر پڑی ہے  
اے انسانیت

وہ مسیح  
—جو بھیڑ کی مانند تھا  
—بے ضرر، بے دفاع  
اُسے ایسے پیش آیا گیا  
جیسے وہ کسی جنگلی درندے کی مانند ہو۔

کون تھا  
جس کا دل یہ برداشت کر گیا  
کہ اُسے مارے  
جس نے اپنی پیٹھ مارنے والوں کو دی  
اور اپنے رخسار انہیں  
جو داڑھی نوچتے تھے؟

اے انسانیت  
اگر میں عدالت میں کھڑا ہو کر  
تجھ پر فردِ جرم عائد کروں  
تو مجھے خبر نہیں  
کہ کہاں سے آغاز کروں  
اور اگر شروع کر دوں  
تو مجھے معلوم نہیں  
کہ کہاں انجام دوں۔

تو کیسی گری ہوئی  
رسوا  
بدنام  
اور شقی ہو گئی ہے  
اے انسانیت

کتنی پست  
کتنی خبیث  
کتنی خوفناک ہو گئی ہے تو  
کہ تُو نے خود مسیحا کو قتل کیا  
اور جلال کے خُداوند کو مصلوب کیا۔

اب میں آگے بڑھ کر  
چند لمحے صرف کروں گا  
—اس کوشش میں کہ میں

II:

کچھ خود راستباز مُنکرین کے لیے  
راستہ بند کروں۔

میں سنتا ہوں گویا تم میں سے ایک اور دوسرا کہتا ہے  
!میں تو ایسا نہ کرتا"  
میں ہرگز اس بات کو قبول نہیں کرتا  
"کہ میری فطرت ایسی خستہ یا خوار ہو۔

!سنیے اے دوست  
کیا تیری خود ستائشی کچھ مشتبہ نہیں؟

تو پیدا ہوا کس سے؟  
،کیا کسی عورت سے نہیں  
جیسے وہ بھی ہوئے؟

،اگر تیرے حالات کچھ مختلف ہیں  
تو اپنے آپ کو نہیں  
،بلکہ اُن حالات کو سراہ  
،کیونکہ اگر تو اُن کے حالات میں ہوتا  
تو وہی کچھ کرتا  
جو اُنہوں نے کیا۔

،یہ شک کی بات ہے  
:جب کوئی کہتا ہے  
"میں ان سے بہتر ہوں۔"

کیونکہ یہی تو وہی بات ہے  
جو وہی پرانے سردار کاہن کہا کرتے تھے۔

کیا کہا اُنہوں نے؟  
ہم اُن نبیوں کی قبریں بنائیں گے"  
،جنہیں ہمارے باپ دادا نے قتل کیا  
کیونکہ اگر ہم اُن کے زمانے میں ہوتے  
"تو ہم ہرگز اُن نبیوں کو قتل نہ کرتے۔

اور یسوع نے فرمایا  
کہ اُن کے اِس خودراستباز کلام سے  
یہی ظاہر ہوا  
کہ وہ اپنے باپ دادا کے سچے فرزند تھے۔

جب آدمی کہنے لگے  
،کہ "ہم دوسروں سے بہت بہتر ہیں  
،"ہم ایسے گناہ نہ کرتے  
تو دل میں شک اُبھرتا ہے  
کہ وہ جانتے ہی نہیں  
کہ وہ کس روح کے فرزند ہیں۔

یقیناً وہ دل میں متکبر  
اور عقل میں متواضع نہیں۔

،اب بتا، اگر تو اُس وقت وہاں ہوتا  
تو کیا کرتا؟

،ایک فرانسیسی بادشاہ  
،جب اُس نے یہ واقعہ سنا  
کہنے لگا:  
کاش! میں وہاں ہوتا"  
!اپنے دس ہزار سپاہیوں کے ساتھ  
"میں اُن سب کے گلے کاٹ دیتا

،جی ہاں  
یقیناً وہ یہی کرتا۔

اور یوں وہ نجات دہندہ کو  
،اور بھی بدترین طور پر مصلوب کرتا  
کیونکہ وہ اُسے  
،خونریز قتل عام میں شریک کر دیتا  
—جو مسیح کے لیے اُس صلیب سے بھی بڑھ کر اذیت ہوتی  
اگر اُس سے بدتر کوئی اذیت ممکن ہے۔

اُس آدمی نے  
،اپنے دل کی سچائی سے کلام کیا  
اور اقرار کیا  
کہ وہ عملاً مسیح کو مصلوب کرتا۔

:ایک کہتا ہے  
،اگر میں وہاں ہوتا"  
!"تو اُس کے حق میں ضرور بولتا

تو کیا اب تو اُس کے لیے بولتا ہے؟

:ایک اور کہتا ہے  
"میں تو اُس کی بدنامی برداشت نہ کرتا۔"

مگر اگر تیری جان کو خطرہ ہوتا؟  
تیرا عہدہ یا تیرا نام؟

میں تجھے بتاتا ہوں  
—کہ تو کیا کرتا  
،تو پیلاطس کی مانند اُس کے حق میں بولتا  
:اور اپنے ہاتھ دھو کر کہتا  
میں اِس راستباز کے خون سے بری ہوں؛"  
!"اتم ہی دیکھ لو

،تو اُس سے آگے نہ بڑھتا  
،بجز اُس کے کہ تیرا دل تبدیل ہو چکا ہوتا  
اور مسیح نے تجھے نیا کر دیا ہوتا۔

مگر میں اِس وقت  
،تبدیل شدہ فطرت کی بات نہیں کر رہا  
،نہ اُس دل کی جو تجدید پا چکا ہو  
بلکہ اُس اصلی فطرت کی  
جو ہم انسانوں میں موجود ہے۔

اور اگر ہم پیلاطس تک جا پہنچے  
تو مجھے اندیشہ ہے  
کہ ہم میں سے کوئی بھی  
وہیں نہ رکتا۔

اب اے عزیز سامع  
میں تجھ سے روبرو ہو کر پوچھتا ہوں  
،اگر تُو نجات نہ پایا  
،اور نئی پیدائش کا تجربہ نہیں رکھتا  
تو تُو اب تک کیا کر چکا ہے؟

شاید میں اُن سے بات کر رہا ہوں  
جو خوشخبری کا مذاق اڑاتے رہے ہیں۔

تُو عادی رہا ہے  
،انجیل کو ہنسی میں اڑانے کا  
اور جب کبھی تُو نے سنا  
،کہ کوئی مسیح کی خدمت میں بے باکی سے آگے بڑھا  
،تو بغیر تحقیق کیے  
،تُو نے اُسے فریب دینے والا  
،دیوانہ  
یا احمق قرار دیا۔

تو میں تجھ سے پوچھتا ہوں:  
کیا وہی رُوح  
،جو تجھے مسیحی کی بدگوئی پر اُکساتی ہے  
وہی نہیں  
،جس نے اُسے مصلوب کروایا  
،اور کہا  
مصلوب کر، مصلوب کر!"؟"

کسی دور میں  
،لوگوں کو لکڑی کی صلیب پر چڑھایا جاتا ہے  
،اور کسی دور میں  
،جب وہ ایسا نہیں کر سکتے  
—تو اُنہیں طعن و تشنیع کا نشانہ بناتے ہیں  
!لیکن رُوح تو وہی ہے

ایک صدی قبل  
اس سرزمین میں ایک مرد خدا بسا  
جس کی تمام زندگی  
مسیح کی خدمت میں گزری۔

ایک ایسا شخص  
،جسے خُدا نے عظیم عقل عطا کی  
،جس کی منادی سُننے ہزاروں آتے  
،اور جس نے دنیاوی مال و زر کو کبھی نہ چُھوا  
،بلکہ رُوحیں جیتنے  
،بھوکوں کو کھلانے  
اور بیماروں کو برکت دینے کے لیے جیا۔

—یہ وہ مردِ خدا تھا  
—وائٹ فیلڈ  
،جسے اتنا بدنام کیا گیا  
،اتنا رُسا کیا گیا  
کہ شاعر کو اوپر نے  
،جب اُس کی تعریف کی  
:تو کہا

**"Leuconomus (beneath well-sounding Greek,  
I hide a name, a poet must not speak)."**

،اگرچہ اُس نے بعد میں تعریف کی  
لیکن اُس کا نام نہ لیا  
مگر یونانی لبادے میں چھپا کر۔

اور یوں  
،اس جہاں میں کئی لوگ گزرے  
،جن کے لائق دنیا نہ تھی  
اور انہیں بدلے میں صرف لعن طعن ہی ملی۔

یہی وہی رُوح ہے  
جس نے خُداوند کو مصلوب کیا۔

مگر تُو کہتا ہے  
،کہ تُو نے کسی کو ستایا نہیں  
نہ کسی کی توہین کی؟

یہ سُن کر مجھے خوشی ہوئی۔

مگر اب تیرا حال کیا ہے  
انجیل کے مسیح کے بارے میں؟

کیا تُو اُس پر توکل کرتا ہے؟  
کیا تُو اُسے اپنا نجات دہندہ مانتا ہے؟  
کیا تُو نے اپنی نیکیوں کو ترک کر دیا ہے  
اور محض اُس پر بھروسا کیا ہے؟

،اگر تیرا جواب "نہیں" ہے  
،تو میں کہتا ہوں  
تُو اُسے مصلوب کر رہا ہے۔

تُو اُسے ٹھکرا رہا ہے  
اُس نکتہ پر  
—جس پر وہ سب سے زیادہ غیور ہے  
تُو اپنے آپ کو  
اُس کے مقابل  
،اپنا نجات دہندہ ٹھہرا رہا ہے  
اور یہ اُس کے لیے  
اس لعنتی صلیب سے بھی بڑھ کر  
دُکھ دہ اور رسوا کن ہے۔

اوہ! تُو کہتا ہے  
کہ تُو نے اپنی راستبازی نہیں بنائی  
،نہ تُو اِس بارے میں سوچتا ہے  
نہ پرواہ کرتا ہے؟

تو پھر مان لے  
اگرچہ فریسی اُسے خریدنے کو  
،تیس چاندی کے سکے دیتے تھے  
تُو تو اُسے دو کوڑی بھی نہیں دیتا۔

بس اتنا ہی فرق ہے۔

،تجھے انجیل دی گئی  
،اور جب تُو اُسے سُنتا ہے  
—تو واعظ کو جانچتا ہے  
بس یہی کرتا ہے۔

،تُو کے پاس کتابِ مقدس ہے  
تو اُسے عمدہ جلد میں مجلد کر کے  
شیلف پر رکھتا ہے  
اور کبھی پڑھتا بھی نہیں۔

اور شاید  
،اِس جماعت کے کئی لوگ  
،اگرچہ خوشخبری کی روشنی کے دیس میں بستے ہیں  
پھر بھی اِس بات سے ناواقف ہیں  
کہ "انجیل" اصل میں ہے کیا۔

!اوہ اے لوگو  
کیا یہی تو نہیں کہ تمہارا یہ طرزِ عمل اُسے مصلوب کرنا ہے؟  
،یہ اُسے نظرانداز کرنا ہے  
اور فقط اُسے قتل کرنا ہی نہیں  
بلکہ اُسے دفن کرنا ہے۔

تُم نے اُسے کفن میں لپیٹا  
اور حتیٰ الوسع اُسے قبر میں رکھ دیا۔

تُم نے گویا یہ کہا:  
یہ بات میرے لیے کچھ اہمیت نہیں رکھتی؛"  
،نہ اُس کی کتاب  
،نہ اُس کے لوگ  
،نہ اُس کی صلیب  
مگر اگر دنیاوی کلیسیا کی روش پر  
ایک ظاہری زیور بن جائے  
—تو قبول ہے  
،لیکن اُس کی اصل  
،اُس کی جان  
اور اُس کی سچائی سے  
!"مجھے کچھ سروکار نہیں



ااوہ

یہی تو ہے وہ صدا  
،جو اکثر لوگوں کے لبوں پر ہے  
،اور جب تک وہ یوں پکارتے ہیں  
وہ اپنی خودراستبازی سے  
اپنے آپ کو بری ٹھہرانے کی امید نہ رکھیں۔

لیکن آج شب  
میں اُن سے ہمکلام ہوں  
جو ان باتوں کو سن کر کانپ اُٹھتے ہیں  
:اور کہتے ہیں  
"ااوہ جناب"

،نہ تو میں نے اُس کی قوم کو ستایا  
،نہ اُسے ہلکا جانا  
نہ اُس سے بے اعتنائی کی؛  
بلکہ  
میں تو اُسی کے ذریعہ نجات کا مشتاق ہوں۔

میں دن اور رات  
،اُس کے چہرہ کا طالب ہوں  
،اپنے گناہوں کو اُس کے حضور اقرار کرتا ہوں  
اور اُس کے خون کے وسیلہ سے  
"درگزر کی التجا کرتا ہوں۔"

اے عزیز

،تیرے یہ الفاظ سن کر مجھے خوشی ہوئی  
:پر میں تجھ سے ایک سوال کرنا چاہتا ہوں

کیا تُو نے کبھی شک کیا  
کہ وہ تجھے نجات دے سکتا ہے؟  
کیا آج بھی تیرے دل میں تردد ہے  
کہ آیا وہ تجھے نجات دینا چاہتا ہے؟

اافسوس

،تو تُو بھی اُسے مصلوب کرتا ہے

کیونکہ اُس کے دل کو  
سب سے زیادہ  
یہ بات رنجیدہ کرتی ہے  
،کہ کوئی اُسے بے رغبت  
اور بے مہر خیال کرے۔

یہ اُس کے دل میں  
،برچی کی طرح پیوست ہوتا ہے  
کہ تُو گمان کرے  
کہ وہ معاف نہیں کرے گا  
یا معاف کرنے پر قادر نہیں۔

اب مزید اس گناہ کا مرتکب نہ ہو

شیطان نے تجھ سے کہا  
— کہ یہ انکساری ہے  
!نہیں  
بلکہ یہ  
تیرے نجات دہندہ کی بے حرمتی ہے۔

آ،  
اے گناہ کے بوجھ تلے دبے  
،اور بیدار گناہگار  
،جو خوف سے لرزاں ہے  
:اور کہہ

،میں ایمان رکھتا ہوں"  
بلکہ میں ایمان رکھوں گا  
کہ وہ نہ صرف قادر ہے  
بلکہ مائل بھی  
!"کہ مجھے نجات دے

،تب  
اور صرف تب  
:تو کہہ سکے گا  
"میں نے اُسے مصلوب نہیں کیا۔"

اب میں اس مقام کو چھوڑ کر  
—خصوصیت سے خطاب کرتا ہوں

### III

،اُن سے جنہوں نے مسیح کو مصلوب کرنے کے گناہ کا اقرار کیا ہے  
اور اُس کے وسیلہ سے معافی پائی ہے۔

!اے عزیزو  
—ہم خداوند کی میز پر آنے کو ہیں  
سو کیسا گہرا تاثر  
ہماری سینہ گاہوں میں  
اُس کے بارے میں غور کرتے وقت پیدا ہونا چاہیے  
جب ہم اس مُقدس رسم کو بجا لاتے ہیں؟

جب ہم یاد کرتے ہیں  
،کہ ہمارے گناہوں ہی نے مسیح کو مصلوب کیا  
کیونکہ اگر ہم گناہگار نہ ہوتے  
،(تو اُسے مرنے کی ضرورت نہ پڑتی  
تو ہمیں دل کی گہرائی سے  
توبہ کرنا واجب ہے۔

اے میرے گناہو! تمہی تھے"  
اُس کے دکھوں کے اصل محرک؛  
ہر ایک گناہ میری جانب سے  
،ایک کیل ٹھہرا  
اور میرا بے ایمان دل  
ایک نیزہ۔

ٹمپی نے اُس بے گناہ پر  
قہر الہی نازل کیا؛  
!ٹوٹ جا، اے میرے دل  
!اور، پھٹ جا، اے میری آنکھو  
اور میری سرد مہری  
"مردہ ہو جائے

!اوہ  
کیسا اندوہ ہے  
یہ جان کر  
کہ ہم نے  
اپنے دوست کے دل میں  
!خنجر گھونپا

وہ ہماری خاطر مرا۔

ہم میں سے بعض نے  
مدرسہ کے ایام میں  
—ایک نظم پڑھی تھی  
گیلرٹ کی موت—"

جب ویلز کا سردار  
غصہ کی حالت میں  
اپنے اُس گتے کو مار بیٹھا  
،جس نے اُس کے بچے کو بچایا تھا  
تو اُس نے زار زار رویا۔  
!اور یہ تو فقط ایک جانور کی بات ہے

اگر تُو آج رات گھر جا کر پاتا  
کہ تُو نے نادانستہ  
اپنے دوست کو ہلاک کر دیا  
—اور وہ تیری جان بچاتے ہوئے مرا  
تو کیا تُو اُس کی یاد کو  
دل میں نہ بسا لیتا؟

،لیکن  
یہ تو خُدا کا مسیح ہے  
جسے تُو اور میں نے  
!اپنے گناہوں سے قتل کیا ہے

کہتے ہیں پرانی روایت میں  
،کہ جب بھی پطرس مرغ کی آواز سنتا  
تو رونے لگتا۔

تو جب کبھی ہم  
،خداوند کی میز پر آئیں  
تو کیونکر نہ روئیں  
جب ہمیں یاد آتا ہے  
کہ ہمارے ہی گناہوں نے  
ہماری نجات کے شہزادے کو  
خون بہانے پر مجبور کیا۔

تب ایک پاک غیرت  
!ہم میں جوش مارنی چاہیے

اگر میرے گناہوں نے  
،یہ سب کچھ کیا  
تو خداوند کے پاک رُوح کی مدد سے  
!میں گناہ سے کنارہ کروں گا

،دُور ہو جا  
!اے فائل گناہ  
—میں تجھے ہرگز نہ بخشوں گا  
نہ وہ گناہ  
،جو لذیذ معلوم ہوتا ہے  
نہ وہ  
،جو نفع بخش ہے  
نہ وہ  
،جو دنیا کے نزدیک معزز ہے  
اور نہ وہ  
جسے لوگ "چھوٹا" گناہ سمجھتے ہیں۔

:میں پکار اُٹھتا ہوں  
"انتقام"  
اپنے گناہوں سے انتقام لوں گا  
اور اُن خونیوں کو قتل کروں گا۔

آج شب  
فضل مانگو  
کہ تُو گناہ کو مار ڈالے۔

،اور ایک بار پھر  
جب ہم یاد کرتے ہیں  
کہ ہمارے گناہوں نے  
،مسیح کو مصلوب کیا  
تو یہ بات  
ہمارے دلوں میں  
ایک پاک عہد بیدار کرے  
!کہ ہم اُسے تاج پہنائیں گے

:اگر دُنیا چلا اُٹھی تھی  
"صلیب دو! صلیب دو"  
:تو ہمارا نعرہ ہوگا  
"تاج پہناو! تاج پہناو! تاج پہناو"

اگر دنیاوی بد زبان  
:اب بھی پکارتے ہیں  
"صلیب دو"  
،تو ہم  
،جو نوولادت پا چکے ہیں  
:پکاریں گے  
"تاج پہناو! تاج پہناو! تاج پہناو"

دنیا شور مچاتی ہے  
"مصلوب کرو"

پس،  
اے خُدا کے فرزندو  
نکلو باہر  
اور اُس مسیح کی تاجپوشی کا اعلان کرو  
!جس نے کبھی کانٹوں کا تاج پہنا تھا

شرم نہ کرو  
خوف نہ کھاؤ  
اُس کا دفاع کرنے سے  
اپنے مخالفین کے سامنے  
کیونکہ وہ جلد آنے والا ہے  
کہ اپنے دشمنوں کو شرمندہ کرے  
اور اُس کے سر پر  
!اُس کا تاج ابد تک شادمان رہے گا

میں،  
جب آج شب  
اس میز پر آؤں  
تو اپنے دل سے یوں کہوں  
،اے میری جان"  
کیا یسوع تیرے لیے یوں دکھ اُٹھا؟  
تو پھر تُو کیا کر سکتی ہے اُس کے لیے؟

کیا تیرے پاس  
کوئی ان ٹوٹا ہوا  
عطر کا ظرف ہے؟  
!تو اُسے ابھی حاضر کر

کیا تُو  
کوئی نئی راہ نکال سکتی ہے  
جس سے تُو  
اُس کی خدمت کر سکے  
اور اپنے آپ کو  
قربانی اور سخت ترکِ نفس میں ڈال سکے؟

!آ، اے میری جان  
کچھ تو کر  
!کہ اُس کا جلال ظاہر ہو  
،اُس کے کام میں دے  
،اُس کے محتاجوں کی مدد کر  
،اُس کے زخمیوں کو دلا سے دے  
!اور اُس کے دُکھیوں کی دلجوئی کر

کیا اس کلیسیا میں  
کوئی رُکن ایسا ہے  
جو مسیح کے لیے کچھ نہیں کر رہا؟  
!اوہ  
،مجھے تُو جھ پر افسوس ہے

اے میرے بھائی  
اگر تُو بے عمل ہے

میں تجھے  
کوئی مخصوص خدمت نہیں بتا سکتا  
مگر میں دُعا کرتا ہوں  
کہ آج شب  
خُدا خود  
تیرے دل میں ڈالے  
کہ تُو کچھ ایسا کرے  
جو تُو نے پہلے کبھی نہ کیا ہو  
!تاکہ مسیح کو عزت دے

اور تجھے  
—کسی سے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں  
جتنا کم کہا جائے  
اتنا بہتر ہے۔

جا،  
اور کر وہ کام  
جس کا تیرا دہنا ہاتھ کرے  
اور بایاں جانے بھی نہ پائے۔

جا،  
اور اُس کے لیے  
کوئی تاج بن  
چاہے وہ فقط  
تیری محبت کے مرجھائے پھولوں ہی کا کیوں نہ ہو۔

بس جا  
!اور اُس کو عزت دے

تُو  
پہلے کی ذلت کو مٹا نہیں سکتا  
،جو تُو نے اُسے پہنچائی  
مگر تُو  
اب اُس کے لیے جیتے جی  
،عزت لا سکتا ہے  
،جب تک سانس ہے  
دوسروں کو  
اُس کے رُوح پاک کی مدد سے  
اُس سے محبت کرنے  
اور اُسے جلال دینے میں لا سکتا ہے۔

خدا کرے  
کہ اس شراکت کی میز پر  
—ہمیں تازگی کا وقت ملے  
اور بادشاہ خود  
!ہم میں حاضر ہو

اب کیا کوئی ہے یہاں  
جو اقرار کرے  
کہ وہ مسیح کی موت کا گناہگار ہے؟

تو میں پر گناہگار سے کہتا ہوں  
اگر تُو اُس کی طرف دیکھے  
جو چھیدا گیا،  
!تو تُو جنے گا

یسوع کی جانب  
ایک ہی نگاہ کافی ہے  
کہ معافی حاصل ہو۔

جو اُس پر ایمان لاتا ہے "  
"وہ مجرم نہیں ٹھہرتا۔

—تُو نے اُسے صلیب پر چڑھایا  
!اب اُس کی طرف دیکھ

—موسیٰ نے سانپ کو کھمبے پر لٹکایا  
پھر خود دیکھا  
اور ساری قوم سے بھی  
دیکھنے کو کہا۔

—میں  
جس نے اُسے مصلوب کرنے میں  
—اپنا حصہ پایا  
آج شب دیکھتا ہوں۔

—وہی میری ساری نجات ہے  
میں کسی اور پر  
توکل نہیں کرتا۔

—اب تُو بھی دیکھ  
!ہاں، تُو بھی دیکھ

خُدا تُو جھے مدد دے  
،کہ تُو دیکھے  
اور تُو نجات پائے۔

—خُدا کرے یوں ہو  
یسوع مسیح کے واسطے۔  
آمین۔

تفسیر از سی۔ ایچ۔ اسپرژن  
یُوحَنَّا 1:19-33؛ 1:19-16

یُوحَنَّا 1:19-33

آیات 19 تا 28  
،اور یُوحَنَّا کی گواہی یہ ہے

جب یہودیوں نے یروشلم سے  
کہنوں اور لاویوں کو  
یہ پوچھنے کے لیے بھیجا کہ  
”تو کون ہے؟“

تو اُس نے اقرار کیا  
اور انکار نہ کیا  
بلکہ صاف کہا  
”میں مسیح نہیں ہوں۔“

پھر اُنہوں نے اُس سے پوچھا  
”تو پھر کیا؟“  
”کیا تُو ایلیاہ ہے؟“

اُس نے کہا  
”نہیں ہوں۔“

”کیا تُو وہ نبی ہے؟“

اُس نے جواب دیا  
”نہیں۔“

پھر اُنہوں نے اُس سے کہا  
”پھر تو کون ہے؟“  
تاکہ ہم اپنے بھیجنے والوں کو جواب دے سکیں؟  
”تو اپنے حق میں کیا کہتا ہے؟“

اُس نے کہا  
”میں بیابان میں پُکارنے والے کی آواز ہوں“  
”راستہ خداوند کا سیدھا کرو  
”جیسا یسعیاہ نبی نے فرمایا۔“

اور جو لوگ بھیجے گئے تھے  
وہ فریسیوں میں سے تھے۔

سو اُنہوں نے اُس سے سوال کیا  
اور کہا  
”پھر تُو کیوں بپتسمہ دیتا ہے؟“  
”جیکہ نہ تُو مسیح ہے  
نہ ایلیاہ  
”نہ وہ نبی؟“

یوحنا نے اُن کو جواب دیا  
”میں پانی سے بپتسمہ دیتا ہوں“  
”پر ایک تمہارے درمیان کھڑا ہے  
جسے تم نہیں جانتے؟“  
وہی ہے  
جو میرے بعد آتا ہے  
مگر مجھ سے برتر ٹھہرا ہے  
جس کے جوتے کا تسمہ کھولنے کے لائق بھی  
”میں نہیں ہوں۔“



یہ باتیں  
یُردن پار بیت عبرہ میں واقع ہوئیں  
جہاں یوحنا بپتسمہ دے رہا تھا۔

— کیا وہی مقام تھا جہاں بنی اسرائیل نے یُردن کو عبور کیا؟  
یوں کہا گیا ہے، اور بے شک یہی وہ مقام ہے جہاں ہم بھی یُردن کو عبور کرتے ہیں  
پرانے یہودیت سے نکل کر اُس مسیح پر ایمان لاتے ہیں  
جو مکشوف ہوا ہے۔

### 29-

دوسرے دن یوحنا نے یسوع کو اپنی طرف آتے دیکھا  
اور کہا،  
”دیکھو! خدا کا بڑہ“  
”جو جہان کے گناہ کو اُٹھا لے جاتا ہے۔“

مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے گویا وہ بیابان کا بیٹا  
:ایلیاہ کی مانند بلند آواز سے پکار رہا ہو  
”دیکھو! خدا کا بڑہ“  
”جو جہان کے گناہ کو اُٹھا لے جاتا ہے“

### 30-

”یہ وہی ہے جس کے بارے میں میں نے کہا تھا“  
کہ میرے بعد ایک شخص آتا ہے  
،جو مجھ سے برتر ٹھہرا ہے  
”کیونکہ وہ مجھ سے پہلے تھا۔“

آہ! وہ کس قدر بے پایاں طور پر  
— یوحنا سے پہلے تھا  
،وہ جو ایام کی ابتداء نہیں رکھتا  
،جو ازل سے ہے  
،جو اپنی شان، مرتبہ  
اور آسمانی فطرت میں ہر ایک سے بلند ہے۔

### 31-

،اور میں اُسے نہ پہچانتا تھا“  
،لیکن تاکہ وہ اسرائیل پر ظاہر ہو  
”اسی واسطے میں پانی سے بپتسمہ دینے آیا ہوں۔“

مسیح کی شناخت بپتسمہ ہی کے وسیلہ سے ہونی تھی۔  
اگرچہ یوحنا یسوع کو  
،اوروں کی نسبت زیادہ جانتا تھا  
پھر بھی اُس وقت تک اُسے  
خدا کا بڑہ نہ پہچانا  
جب تک اُسے بپتسمہ نہ دیا۔

### 32-33-

،اور یوحنا نے گواہی دی  
کہا،  
”میں نے روح کو آسمان سے کیوتر کی مانند اُترتے دیکھا“  
اور وہ اُس پر ٹھہرا رہا۔  
،اور میں اُسے نہ پہچانتا تھا

لیکن جس نے مجھے پانی سے بیتسمہ دینے کو بھیجا  
 ، اُسی نے مجھ سے کہا  
 ، جس پر تُو روح کو اُترتے اور ٹھہرے ہوئے دیکھے  
 وہی ہے  
 ”جو رُوحُ القدس سے بیتسمہ دیتا ہے۔“

مجھے کوئی شک نہیں  
 کہ یوحنا نے اپنے دل میں پہچان لیا تھا  
 ، کہ یسوع ہی وہ ذات ہے  
 — لیکن اُسے گمان پر عمل نہ کرنا تھا  
 ، وہ خُدا کا گواہ تھا  
 اور جو کچھ خُدا نے مکشوف کیا  
 بس اُسی کو بیان کرنا اُس کا فرض تھا۔

یُوحنا 16:1-19

1-3-

پس پیلطس نے یسوع کو لیا اور کوڑے لگوائے۔  
 اور سپاہیوں نے کانٹوں کا تاج گھونٹ کر  
 ، اُس کے سر پر رکھا  
 اور اُسے أرجوانی خلعت پہنائی۔  
 ”اور کہنے لگے، ”سلام ہو! یہودیوں کے بادشاہ

”!جیسے وہ قیصر کے حضور کہتے تھے، ”اُوے ایمپراطور  
 ویسے ہی وہ اُسی الفاظ کی نقالی کرتے ہوئے  
 ، اسے طنز میں یسوع پر چسپاں کرتے تھے  
 ”!یہودیوں کا بادشاہ“

اُس آخری فقرے ”یہودیوں کا“ میں  
 اُنہوں نے حقارت کی انتہا ڈال دی۔  
 چونکہ یہودیوں کے بارے میں ایک عام روایت تھی  
 کہ اُن میں سے ایک بادشاہ اُٹھے گا  
 ، جو قوموں کو زیر کرے گا  
 رومی اس خیال پر بھی بنستے تھے  
 ، کہ وہ ایسی ذلیل قوم کے رہنما سے مغلوب ہوں گے  
 ”!پس کہتے تھے، ”یہودیوں کا بادشاہ

4-3-

اور اُنہوں نے اُسے طمانچے مارے۔  
 پھر پیلطس دوبارہ باہر گیا اور اُن سے کہا  
 ، دیکھو، میں اُسے تمہارے سامنے لاتا ہوں  
 تاکہ تم جان لو  
 ”کہ میں اُس میں کوئی قصور نہیں پاتا۔

یہ دوسری بار تھا جب اُس نے یہ کہا۔  
 — اُس نے اس سے پہلے بھی اعلان کیا تھا  
 ، پچھلے باب کی آیت ۳۸ میں ہم پڑھتے ہیں  
 ”میں اُس میں کچھ قصور نہیں پاتا۔“  
 ، اور اب پھر کہتا ہے  
 تاکہ تم جان لو  
 ”کہ میں اُس میں کچھ قصور نہیں پاتا۔

## 6-5-

تب یسوع باہر آیا،  
کانٹوں کا تاج پہنے اور أرجوانی خلعت اوڑھے ہوئے۔  
اور پیلاطس نے اُن سے کہا  
"دیکھو، انسان"  
—وہ اُسے بادشاہ نہیں کہتا  
بس "انسان" کا لقب دیتا ہے  
،گویا یہ کہتا ہو  
،کتنے نادان ہو تم"  
—جو سمجھتے ہو کہ اس میں کوئی خطرہ ہے  
،اُسے دیکھو  
"دُکھوں اور رُسوائی میں لپٹا ہوا

جب سردار کابنوں اور سپاہیوں نے اُسے دیکھا  
،تو چلا اُٹھے  
"اُسے مصلوب کر! اُسے مصلوب کر"  
،پیلاطس نے اُن سے کہا  
تم ہی اُسے لے جاؤ"  
،اور اُسے مصلوب کرو  
"کیونکہ میں اُس میں کوئی قصور نہیں پاتا۔

یہ تیسری مرتبہ تھا۔  
یہ مناسب تھا  
کہ خُدا کے بڑے کو ذبح کرنے میں  
اہم کردار ادا کرنے والا  
یہ گواہی دے  
،کہ وہ "بے عیب اور بے داغ بڑہ" ہے  
خُدا کے حضور قربانی کے لائق۔

،یہود نے جواب دیا  
—ہماری ایک شریعت ہے"  
—یہ تمہاری نہ ہو مگر ہماری ہے  
اور اُس شریعت کے مطابق  
اُسے مرنا چاہیے  
"کیونکہ اُس نے اپنے آپ کو خُدا کا بیٹا بنایا۔

یہ اُس توہین رسالت کے الزام کی تجدید تھی  
جو اُنہوں نے سردار کابن کے محل میں اُس پر لگایا تھا۔

## 8-7-

جب پیلاطس نے یہ سنا  
!تو اور بھی زیادہ خوفزدہ ہوا

یہ ظاہر کرتا ہے  
—کہ وہ شروع ہی سے ڈرا ہوا تھا  
—بُزدل، دو دل بُزدل  
اور اب ایک نئی خُرافات نے  
اُسے جکڑ لیا۔  
،چونکہ وہ ایک رومی تھا  
،اور بہت سے دیوتاؤں پر ایمان رکھتا تھا  
،وہ اپنے دل میں کہنے لگا

کیا پتا، میں کسی الہی ہستی کو"  
—کسی خُدا کو جو آدمیوں کی صورت میں آیا ہو—  
"عذاب میں ڈال رہا ہوں؟"

#### 10-9-

،اور وہ پھر عدالت کے ہال میں گیا  
،اور یسوع سے کہا  
"تو کہاں سے ہے؟"  
مگر یسوع نے اُسے کچھ جواب نہ دیا۔  
،تب پیلاطس نے اُس سے کہا  
تو مجھ سے بات نہیں کرتا؟"  
کیا تُو نہیں جانتا  
کہ میرے پاس تجھے مصلوب کرنے  
"یا رہا کرنے کا اختیار ہے؟"

،وہ خوف سے کانپ رہا تھا  
"اور وہ پھر عدالت کے ہال میں گیا"  
—اپنے قیدی کو ساتھ لے کر—  
اور وہاں دونوں اکیلے تھے۔  
،اُس نے یسوع سے کہا  
تو کہاں سے ہے؟"  
،بتا، تیرا مرتبہ، تیرا حسب و نسب  
"تیری اصل کیا ہے؟"

لیکن یسوع نے اُسے کچھ جواب نہ دیا۔  
پیلاطس کا فضل کا دِن ختم ہو چکا تھا۔  
،اُسے موقع ملا تھا  
—مگر وہ جاتا رہا  
اب کوئی جواب نہ تھا۔

یہ ایک نہایت سنگین بات ہے  
—جب خُدا کسی انسان کو جواب نہ دے  
،جب وہ کلام میں رجوع کرے  
—مگر اُسے جواب نہ ملے  
،جب وہ آواز سننے کی کوشش کرے  
—مگر اُس کے لیے کوئی وحی نہ ہو  
،جب وہ دعا میں جھکے  
مگر کوئی جواب نہ پائے۔

خُدا کے مسیح کی خاموشی  
انتہائی ہولناک ہے۔

،تب پیلاطس نے کہا  
،اپنے رومی غرور میں ڈوبا ہوا  
کیا تُو مجھ سے نہیں بولتا؟"  
کیا تُو نہیں جانتا  
کہ میرے پاس تجھے مصلوب کرنے  
"یا رہا کرنے کا اختیار ہے؟"

## 11-

یسوع نے جواب دیا،  
تیرے پاس مجھ پر کوئی اختیار نہ ہوتا"  
اگر وہ تجھے اوپر سے نہ دیا جاتا۔  
پس جس نے مجھے تیرے حوالہ کیا  
"اُس کا گناہ زیادہ ہے۔

تُو وہ ہے"  
جس کے ہاتھ میں فیصلہ کا اختیار ہے،  
جو آسمان سے تجھے سونپا گیا  
،لیکن جس نے مجھے تیرے سپرد کیا  
،یعنی کائفا  
،جو یہود کا نمائندہ ہے  
"اُس کا گناہ زیادہ ہے۔

اور پھر وہ مُبارک ہستی  
—خاموش ہو گئی  
،اپنے لب بند کر لیے  
اور انہیں کبھی نہ کھولا  
جب تک صلیب پر نہ تھی۔

اب سے،  
جیسے بھیڑ اپنے بال کاٹتے والوں کے سامنے گونگی ہے"  
"ویسے ہی وہ خاموش رہا۔

دیکھو، اگرچہ یہ کلام  
،پپلاطُس کا عدالت میں فیصلہ سنانے والا تھا  
پھر بھی اُس میں مسیح کی نرمی کی جھلک ہے۔  
،کیونکہ اگرچہ وہ پپلاطُس کو گناہ گار ٹھہراتا ہے  
،مگر کہتا ہے  
"اُس کا گناہ زیادہ ہے۔"  
—کوئی معذرت نہیں  
پھر بھی نرمی سے کہی گئی بات۔

## 12-

اور اس وقت سے پپلاطُس  
اُسے رہا کرنے کی کوشش کرنے لگا۔  
،لیکن یہودی چلا اُٹھے  
اگر تُو اِس کو جانے دے"  
تو تُو قیصر کا دوست نہیں ہے۔  
جو کوئی اپنے آپ کو بادشاہ بناتا ہے  
"وہ قیصر کی مخالفت کرتا ہے۔

ایک بیرو دیس نے  
،اپنے سکوں پر "قیصر کا دوست" لکھوایا تھا  
سو انہوں نے اُس لقب کا حوالہ دیا  
،جو اُن کے ایک بادشاہ نے اپنایا تھا  
،اور پپلاطُس سے کہا  
اگر تُو اُسے جانے دے گا"  
"تو قیصر کا دوست نہ رہے گا۔

یہ پیلاطس کے لیے  
انتہائی حساس نکتہ تھا۔  
وہ جانتا تھا  
کہ اُس وقت قیصر تیریوس  
—افسردہ، شکی مزاج اور بے رحم ہو چکا تھا  
اور یہ کہ جس کے وسیلہ  
پیلاطس کو حکومت ملی تھی  
اُس کی دربار میں حیثیت ختم ہو چکی تھی۔  
اُسے اندیشہ تھا  
کہ اگر یہودی اُس کے خلاف  
تیریوس سے شکایت کریں گے  
تو وہ معزول ہو جائے گا۔

### 13-

پس جب پیلاطس نے یہ بات سنی  
تو یسوع کو باہر لایا  
—اور عدالت کی کرسی پر بیٹھا  
جو پتھر کی فرش والی جگہ پر تھی  
جسے عبرانی میں "جبّاتا" کہتے ہیں۔  
—یہ رومی عدالت کا عام طریقہ تھا  
کھلے میدان میں  
سنگ مرمر کے فرش پر  
اُٹھے ہوئے تخت پر بیٹھ کر فیصلہ دینا۔

### 15-14-

اور وہ فسح کی تیاری کا دن تھا  
اور قریباً چھٹا گھنٹہ تھا۔  
اور اُس نے یہودیوں سے کہا  
"دیکھو! تمہارا بادشاہ"

لیکن وہ چلا اُٹھے  
اُسے لے جا! اُسے لے جا!  
"اُسے مصلوب کر"

پیلاطس نے اُن سے کہا  
"کیا میں تمہارے بادشاہ کو مصلوب کروں؟"

سردار کابنوں نے جواب دیا  
ہمارا کوئی بادشاہ نہیں  
"اِسوائے قیصر کے"

"کیا میں تمہارے بادشاہ کو مصلوب کروں؟"  
—یہ ایک زہریلا طنز تھا  
تم اُسے بادشاہ کہتے ہو  
اور اب چاہتے ہو  
"کہ میں اُسے صلیب پر چڑھا دوں؟"

اور جب اُنہوں نے کہا  
ہمارا کوئی بادشاہ نہیں  
"اِسوائے قیصر کے"

تو اُنہوں نے اُس کلام کو پورا کیا  
،سلطنت یہوداہ سے نہیں جائے گی"  
،نہ شریعت کا دینے والا اُس کے بیچ سے  
"جب تک کہ شیلو نہ آ جائے۔

—اور دیکھو، وہ آ گیا  
،خُدا کی طرف سے بھیجا گیا  
آخرکار آ گیا۔  
کیونکہ سلطنت تو ظاہر ہے  
،یہوداہ سے جاتی رہی  
،جب وہ یہ نعرہ لگا رہے تھے  
،ہمارا کوئی بادشاہ نہیں"  
"!سوائے اس اجنبی فاتح قیصر کے

پس اُس نے اُسے اُن کے حوالہ کر دیا تاکہ مصلوب کیا جائے۔ اور اُنہوں نے یسوع کو لیا اور اُسے لے گئے۔